

تشنگی یار۔۔۔ قسط 33

از قلم۔۔۔ علیشہ خان

یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ امی۔۔۔ میں آپ
کے پیسے کیوں چراؤں گی؟۔۔۔ ان کا الزام سنتے

ہی روشنانے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا، وہ چاہ
کے بھی اپنی آواز بلند کرنے سے روک نہ پائی۔
میں بازار جانے سے پہلے خود اپنے کمرے میں پیسے
رکھ کر گئی تھی، گھر پر صرف تم تھی، میری
دونوں سیٹیاں میرے ساتھ تھیں، اعصام آفس
تھا تو پھر سوچنے والی بات ہے اگر پیسے تم نے نہیں

لئے تو میرے کمرے سے بیس ہزار کون غائب کر
سکتا ہے؟۔۔۔ نیلو فر (اعصام کی ماں) چلائی
تھیں۔

میں نہیں جانتی۔۔ میں نے آپ کے کمرے کا
دروازہ کھول کر بھی نہیں دیکھا می۔۔ آپ مجھ پر
مسلسل الزام تراشی کر رہی ہیں۔۔۔ روشا نے غم

وغصے سے دبی دبی آواز میں غرائی۔ اعصام کو
خاموش تماشا شائی بنتے دیکھ کر روشانی کی آنکھوں
میں آنسو جمع ہوئے تھے لیکن وہ انہیں چھلکنے سے
روکتی اپنی ساس کی باتوں کے جواب دے رہی
تھی۔

جب میں گھر پر آئی تھی، میرے کمرے کا دروازہ
کھلا تھا۔ میرا صندوق ٹھیک سے بند نہیں تھا۔
میں نے کمیٹی کے پیسے رکھے تھے، اب بتاؤ مجھے
کون پورے کرے گا یہ پیسے۔۔۔ نیلو فراپنا سر
پیمنٹی پورے گھر میں چلا رہی تھی۔

اعصام!!!۔۔۔۔۔ روشانے اب کی بار انہیں
جواب دینے کی بجائے اعصام کو دیکھتی غم سے
چلائی۔ وہ اس وقت اسکی سپورٹ چاہتی تھی اور
وہ اپنی خاموشی سے یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ بھی
اپنی ماں جیسے خیالات رکھتا ہو۔

امی شور مت ڈالیں، محلے والے سنیں گے تو کیا
کہیں گے، روشا نے تم ایسا کروا کر تم نے پیسے لئے
ہیں تو جا کر امی کے کمرے میں وہی پر رکھ آؤ جہاں
سے تم نے اٹھائے ہیں، تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے
گا۔۔۔ اعصام صوفے سے کھڑا ہوتا اپنی ماں اور
بیوی کے درمیان آتا نہیں بیچ کا فیصلہ سنار ہاتھ،

اسکا فیصلہ سن کر روشا نے بے یقینی سے اسکی
طرف دیکھنے لگی، تو مطلب وہ بھی اسے چور سمجھ
رہا تھا؟

میں لعنت نہیں بھیجتی آپ کے پیسوں پر۔۔۔ جتنے
پیسے آپکے چوری ہوئے ہیں اس سے چار گنا زیادہ
میری ایک مہینے کی سیلری تھی۔۔۔ روشا نے

اپنے ازلی غصیلے انداز میں لوٹتی شیرنی کی طرح
غرائی، اس نے سسرال آکر اپنا غصہ کافی حد تک
کنٹرول کیا تھا لیکن یہ لوگ اسکے صبر کا پیمانہ لبریز
کر رہے تھے، آج وہ سسرال میں پہلی دفعہ یوں
چلائی تھی اور سب کی زبانیں تالو سے چپک چکی
تھیں۔ روشا نے انہیں اپنے ایک ہی جملے سے

خاموش کرواتی اپنے کمرے کی طرف بڑھتی زور
سے دروازہ بند کر گئی۔ وہ اس سے زیادہ ان بے
حس لوگوں کا لحاظ نہیں کر سکتی تھی۔

اپنی بیوی کی زبان دیکھی ہے تو نے؟ کیسے ترتر کر
رہی ہے۔۔۔ وہ تیری ماں کی بے عزتی کر کے چلی
گئی اور تو کھڑا منہ دیکھتا رہا؟ یہ ہے تیرا اس پہ

روعب اعصام؟۔۔۔ نیلو فر اپنی بے عزتی پہ
منہ پہ دوپٹا رکھ کر روتی غصے سے اعصام کو لتاڑنے
لگیں، اعصام کے چہرے کے نقوش تنے تھے۔
آپ چپ کریں امی، میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔۔
اعصام کرخت لہجے میں بولتا اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گیا۔۔

تمہاری جرات کیسے ہوئی میری امی کے ساتھ بد
تمیزی کرنے کی؟۔۔۔ کمرے کا دروازہ بند
کرتے ہی اعصاب غصے سے روشنانے کی طرف
لپکا جوا اپنا مناسب سائز کا بیگ تیار کر رہی تھی۔
بالکل اسی طرح جس طرح انہوں نے مجھ پہ
الزام لگانے کی جرات کی تھی۔۔۔ روشنانے

نظریں جھکا کر سپاٹ انداز میں دو بد و جواب دیتی
بیگ کی ذپ بند کر رہی تھی۔

بکو اس بند کرو۔ تمہیں شرم نہیں آرہی زبان
درازی کرتے ہوئے؟۔۔ اعصام اسکا بازو پکڑ
کے پیچھے کمر کی طرف موڑتا غصے سے اس کے
کان میں غرایا۔

میں نے زبان درازی نہیں کی ہے اعصام، میں
نے خود کو ڈیفینڈ کیا ہے کیونکہ مجھے وہاں آپکی
سپورٹ کی ضرورت تھی لیکن آپ اس وقت
خاموش کھڑے تھے تو پھر مجھے کچھ نہ کچھ بولنا ہی
تھا کیونکہ میں خود پہ چور کا ٹیگ برداشت نہیں کر
سکتی۔۔۔ مجھے کچھ دن کے لئے اپنی امی کے گھر جانا

میںٹکلی ڈسٹر بینس تو ایک بہانہ ہے، صاف صاف
کہونا تم وہاں جا کر چوری کئے کئے پیسے چھپانا چاہ
رہی ہو؟ ہم؟۔۔۔ اعصام غصے سے بھڑکتا ہوا
اپنے الفاظ سے روشنانے کو شاک میں مبتلا کر گیا۔
وہ حیرانی کی مور ت بنی اسکی طرف دیکھنے لگی، کیا
وہ اسے اتنا گرا ہوا سمجھتا تھا؟ کیا اس انسان کو اپنی

بیوی پہ ایک پرسنٹ بھی ٹرسٹ نہیں تھا؟
روشانے بے یقینی سے اسکی طرف دیکھتی بنا
پلکیں جھپکائیں یہی سب سوچ رہی تھی جب
اعصام نے طیش کے عالم میں اسے بیڈ پہ گراتے
اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کئے۔

کیا میں آپ کو ایسی لگتی ہوں اعصام؟۔۔۔
روشانے بھگی آواز میں چلائی۔ اسکے الفاظ اسکے
لئے کوڑوں کی مانند تھے۔

آواز نیچی رکھو۔۔۔ اسکے چلانے پہ اعصام اس سے
ڈبل آواز میں غراتا ہوا خود کو بے لباس کرتے
روشانے زیدی پہ سایہ فلکن ہوا۔

دور نہیں اعصام۔۔۔ ابھی میں اس کیفیت میں
نہیں ہوں کہ آپ کو جھیل سکوں۔۔۔ مجھے آپ
کے الفاظ نے بہت ہرٹ کیا ہے۔۔۔ اعصام کے
ہاتھ اپنی قمیض پہ محسوس کرتے روشا نے آنسو
بہاتی اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے
لگی، اعصام اسکی سنے بغیر اسکا لباس اسکے وجود سے

الگ کرنے لگا، روشا نے کا بدن کپکپا رہا تھا، وہ
ہمیشہ اسکے ساتھ زبردستی سے کیوں پیش آتا تھا؟
روشا نے اسکے بازوؤں پہ ہاتھ رکھتی اسے خود سے
دور کرنا چاہ رہی تھی لیکن اعصام اسکی ہر مزاحمت
نظر انداز کرتا اسکی دھڑکنوں پہ جھک گیا۔

آج تمہارا وہ حال کروں گا میری ماں کے سامنے
زبان چلانے سے پہلے سود دفعہ سوچو گی۔۔۔

اعصام اسکے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں قابو
کرتا جھٹکے سے اسکی روح میں خود کو منتقل کر گیا۔
روشانے کی چیخ بلند ہوئی تھی جسے وہ اپنے دائیں
ہاتھ سے روکتا اس پہ اپنی بے رحم شدتیں لٹانے

لگا۔ روشانے کی آنکھوں سے آنسو نکل کر بے
مول ہو رہے تھے۔ اس نے اس دوران ایک
دفعہ بھی اسے پیار بھرا بوسا نہیں تھا۔ کیا تھا یہ
انسان۔۔۔ روشانے نے ایسا کونسا جرم کر دیا تھا جو
شادی کے بعد اسکی زندگی اجیرن ہو چکی تھی۔۔
اسے زندگی عجیب سی لگنے لگی تھی۔ اسکی زندگی

اتنی مشکل تو بھی نہیں تھی۔ روشا نے کی
سسکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔
میرا۔۔ خدا۔۔ گواہ۔۔ ہے۔۔ میں۔۔ نے۔۔
آپ۔۔ کی۔۔ امی۔۔ کے۔۔ پیسے۔۔ نہیں۔۔
چرائے۔۔ اعصام۔۔ آپ۔۔ چاہیں۔۔ تو۔۔
میرا۔۔ بیگ۔۔ چیک۔۔ کر۔۔ لیں۔۔

روشانے اپنے لبوں سے اسکا ہاتھ ہٹاتی سسکیوں
کے درمیان تکلیف سے بولی لیکن اعصاب اس
وقت اسکی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ بے
رحمی سے اس پہ برستا جا رہا تھا۔

ادا بس کر دیں سیکریٹ پینا۔ پچھلے تین گھنٹوں
سے آپ مسلسل سیکریٹ پھونک رہے ہیں، اس
دوران کوئی ایک منٹ ایسا نہیں گزر جو آپ نے
سیکریٹ اپنے ہونٹوں سے جدا کیا ہو۔۔۔ ڈیرے
کے آنگن میں پڑی چار پائی پہ بیٹھ کے ملازموں کا
حساب کتاب کرتا یزدان جو کب سے غاذان کو

سیگریٹ پیتے دیکھ کر خود پہ ضبط کر رہا تھا، بالآخر
بول اٹھا۔

انتباہ: (سیگریٹ نوشی صحت کے لیے مضر ہے)
غاذان نے کبھی اتنا سیگریٹ نہیں پیا تھا جتنا وریام
کی موت کے بعد پینا شروع کر دیا تھا۔ بالاج اور
یزدان اسے کئی دفعہ ٹوکتے تھے لیکن وہ سن ان

سنی کر جاتا۔۔۔ چار پائی پہ لیٹا بالا چ جو آسمان پہ
چاند کی طرف تکتا اپنی زندگی کے سیاہ لمحات یاد کر
رہا تھا، یزدان کی بات کانوں سے ٹکراتے ہی
گردن موڑ کر غاذان کی طرف دیکھا، وہ واقعی ہی
کافی وقت سے سیگریٹ نوشی کر رہا تھا۔

میرا اس کے بغیر گزارا نہیں ہے یزدان۔۔۔ اپنی
سوچوں میں گم غاذان سیکریٹ کا دھواں ہوا میں
اڑاتے ہو جھل آواز میں بولا۔ وہ ان سے فاصلے پہ
پودوں کے پاس کھڑا تھا۔ رات کا اندھیرا چھا رہا
تھا۔ ان تینوں کا دن آج ڈیرے پہ مصروفیات
میں ہی گزارا تھا۔

میں نے سنا تھا شادی شدہ مردوں کا بیوی کے بغیر
گزارا نہیں ہوتا لیکن یہاں تو آوے کا آوا بگڑا ہوا
ہے۔۔۔۔۔ یزدان جو ابنا صاف سے بول کر اپنے
سامنے کھلا حساب کتاب بند کر کے غلام بخش کو
یہاں سے جانے کا اشارہ کرتا بالاج کے ساتھ تکیے
پر سر گرا گیا۔

تم لوگوں نے میرے نکاح کو کچھ زیادہ ہی
فینٹسیسائز کر دیا ہے یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ کن
حالات میں ہوا تھا۔ غاذان استہزایا انداز میں
بول کر سر جھٹکتا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔
لیکن اس سب میں ماہ پارہ کا کوئی قصور نہیں ہے
جیسے حیات کا نہیں تھا۔ میں نے وجہ قتل کے

پیچھے بھاگتے بھاگتے اپنی محبت کھودی ہے غازی،
میں نہیں چاہتا تو قاتل کی تلاش میں اسکے اہل خانہ
کو مسلسل قصور وار ٹھہراتے اپنی بیوی کھو
دے۔۔۔ بالاج واپس سے چاند کو نگاہوں کے
حصار میں لئے پچھتاوے سے بولا۔ غاذان جو
کرسی گھسیٹ کے اس پر بیٹھنے والا تھا بالاج کے

آخری جملے پہ اسکا عجیب سی لے پر دھڑکا لیکن وہ
نظر انداز کرتا کر سی سنبھالتے لا پرواہی سے
سیگریٹ کے گہرے کش بھرنے لگا۔ بالاج
کے لہجے میں دنیا جہاں کی ادا سی محسوس کرتے
یزدان کو اس پہ رحم آیا تھا، وہ اس کے گرد اپنے بازو کا

حصار باندھ کر اپنا سرا سکہ کندھے پہ رکھ گیا۔

بالاچ ادا سی سے مسکرا دیا۔

مجھے تیری محبت پر، اور تیرے محبت کرنے کے
انداز پر اتنا غصہ آتا ہے کہ الفاظ میں نہیں ڈھال
سکتا۔ اگر کبھی مجھے محبت ہوتی، اور وہ محبت میری
نہ ہوتی، تو میں اسے کبھی کسی کانہ ہونے دیتا۔

جدائی کے اس سنگین لمحے میں میں ہر وہ شخص ختم
کر دیتا جو اس جدائی کو ممکن کرتا۔۔۔ بالاج کو
اداس دیکھ کر غاذان آنکھیں گھماتا اسے جھڑکنے
لگا۔ اسکا بس نہیں چلتا تھا روشانی کے شوہر کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دے لیکن بالاج کی قسم نے
اسکے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ اسے روشانی پہ

بھی شدید غصہ تھا جس نے بالآخر کو ایک موقع
دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

تم اس وقت محبت کی بجائے جنون کی ڈیفینیشن
دے رہے ہو غازی۔۔۔ لوگوں کو پہلی نظر میں
محبت ہوتی ہے، لیکن مجھے آہستہ آہستہ سمجھ میں آ
رہا ہے مجھے پہلی ملاقات میں روشنانے زیدی سے

محبت کی بجائے اسکا جنون ہو گیا تھا، ایسا جنون کہ
جیسے زندگی کا ہر پل اسی کے گرد گھوم رہا ہو، جیسے
ہر خواب میں وہ بس رہی ہو۔۔۔ میں اسے کسی بھی
قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا، لیکن ابھی تک یہ
نہیں سمجھ سکا، وہ جنون یکدم سے محبت میں کیسے
بدل گیا؟ میں اسکی طرف اٹھتی ہر نظر کو نوچ لینا

چاہتا تھا لیکن آج وہ کسی اور کی ملکیت میں ہے۔
اور میں یہاں خاموش بیٹھا ہوں، دل لہو لہو ہے،
لیکن پھر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں اسے چھین کر
اس کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہتا، نہیں
چاہتا کہ وہ مجھے اپنی زندگی کا کوئی گناہ سمجھے، نہیں
چاہتا کہ وہ خود کو میری موجودگی میں محض ایک

کھلونا سمجھے، نہیں چاہتا کہ وہ مجھے نفرت کی نظر
سے دیکھے۔۔ کہتے ہیں عورت کی محبت سے زیادہ
اسکی نفرت خطرناک ہوتی ہے، وہ محبت اتنی
شدت سے نہیں کرتی جس قدر شدت سے
نفرت کرتی ہے، میں کبھی نہیں چاہوں گا
روشانے زیدی کو مجھ سے نفرت ہو۔۔۔ وہ بہت

خوش ہوگی، میں اسکی خوشیوں کو نظر نہیں لگانا
چاہتا۔۔ اور جانتا ہے سچی محبت میں محبوب کی دی
گئی قربانی اسے انمول بناتی ہے۔۔ اگر اسکی
خوشیوں کی ضمانت یہی تھی کہ وہ مجھ سے جدا کر
کے کسی اور کی جھولی میں ڈال دی جائے تو میری
محبت اس جدائی کو بادلِ غم کی طرح برداشت

کرنے کے لئے تیار ہے، میں اسکی خوشیوں کی
پروا کرنا چاہتا ہوں، میں انمول بننا چاہتا ہوں جس
طرح سے وہ انمول ہے۔۔۔ روشا نے زیدی اتنی
انمول ہے کہ اس سے ساری زندگی بھی محبت کی
جائے تو کم ہے۔۔۔ میں ساری زندگی اس کے
انتظار میں گزار سکتا ہوں، چاہے یہ انتظار کبھی ختم

نہ ہو، چاہے یہ لمحے صرف مایوسی کی گہری کھائی
میں گم ہوں۔۔۔ بالاج لاشاری زخمی سی
مسکراہٹ لبوں پہ سجائے غمگیں لہجے میں بولتا چلا
کیا۔ غاذان اور یزدان اسے خاموشی سے سنتے
ترحم بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔۔

جب آپ جانتے ہیں ادا سائیں وہ نہیں ملیں گی پھر
انکا اتنا انتظار کیوں؟ کسی ایسے شخص کے لئے اپنا یہ
حال کیوں؟ جواب آپکا نہیں ہو سکتا۔۔۔ اس دنیا
میں اور بھی بہت سی لڑکیاں پیار کے قابل ہوں
گی لیکن جو نہیں مل سکتی اسی سے اتنا پیار
کیوں؟۔۔۔ یزدان اسکی آنکھ کے کنارے پہ اٹکا

آنسو اپنی انگلی کی پور سے صاف کرتا مدھم مدھم آواز
میں سوال کرنے لگا۔ وہ اس کے پیار کرنے کے انداز
پہ حیران ہوا تھا، بالاج کی حالت دیکھ کر یزدان
دل میں خود کے لئے حیران اور اللہ کا شکر گزار
بھی تھا جس نے بنا کسی آزمائش کے اس کی محبت
اس کے حوالے کر دی تھی ورنہ وہ محبت میں جدائی کو

گلے لگانے والوں میں سے نہیں بلکہ اس جدائی کو
ممکن بنانے والے لوگوں کے گلے اکھاڑنے
والوں میں سے تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا سارا
حصہ ایشم لاشاری سے خاموش محبت کرنے میں
وقف کیا تھا، اگر وہ اتنے سال کی خاموشی کے بعد
بھی اسے نہ ملتی تو بلاشبہ وہ قیامت ڈھاتا۔ وہ اسکی

منگ تھی، کچھ مہینوں بعد اسکے نکاح میں آجائے
گی۔۔ وہ اپنی محبت کی تکمیل میں اتنی آسانی
محسوس کرتا سو ہزار بار اس خدا کا شکر ادا کر رہا
تھا۔۔

اس انتظار کی اپنی ہی ایک لذت ہے یزدان، ایک
ایسا سکون جو دل کو بے تحاشا تڑپانے کے باوجود

عجیب نسلی دیتا ہے جیسے پچھڑنے والے لمحوں کی
یاد میں ایک درد کی خوشبو چھپ گئی ہو۔۔۔ مجھے
نقدیر کا یہ فیصلہ قبول ہے۔۔ ہاں مانتا ہوں دنیا
میں بہت سی لڑکیاں پیار کے قابل ہوتی ہیں لیکن
محبت ہر کسی سے نہیں ہو جایا کرتی۔۔ محبت وہ ہے
جو ایک بار دل میں گھر کر جائے، پھر اس کے بعد

دل کسی اور سے محبت کا سحمل نہ رہے۔۔۔
روشانے ذیدی سب سے الگ ہے، اگر وہ سب
سے منفرد نہ ہوتی تو میر بالاچ لاشاری کو اس سے
محبت ہی کیوں ہوتی؟۔۔۔ بالاچ نے مدھم گھمبیر
آواز میں یزدان کے سوالات کا جواب دیتے ہوا
میں گہری سانس بھری، اسکا دم گھٹ رہا تھا۔

اگر ایک عورت سے محبت کرنا انسان کو اتنا مہنگا
پڑتا ہے تو میر غاذا ان لاشاری کبھی محبت نہیں
کرے گا۔۔ غاذا ان جو غور سے ان دونوں کی
باتیں سن رہا تھا، سر جھٹک کے پھر سے سیگریٹ کا
گہرا کش بھرتا لاپرواہی سے بولا۔ بالاج اور یزدان

بیک وقت ہنس دیئے۔۔ یزدان کی کھلکھلاہٹ
شفاف جبکہ بالاج کی ہنسی اداس تھی۔۔
اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔۔ میں سیریس
ہوں۔۔۔ ان دونوں کو ہنستے دیکھ کر غاذان اپنی
ہیزل نٹ آنکھیں گھما کر بولا۔۔

بھی ہیروں کو کنکریوں کے باؤ بکتے دیکھا ہے؟؟
نہیں نا؟؟ قیمتی چیز اگر سستے داموں میں ملنے لگے
تو ہر کوئی خود کو مالدار سمجھنے لگے۔۔ یہی حساب
محبت کا ہے۔۔۔ بالاج اپنی اداس ہنسی کا اثر ذائقہ
کرتا بوجھل لہجے میں بولا۔

یہ ہمیشہ مہنگی ہی پڑتی ہے ادا سائیں کیونکہ محبت
ایک نایاب خزانہ ہے اور خزانے آسانی سے نہیں
ملا کرتے۔۔۔ یزدان نے مسکراتے ہوئے بالاج
کی باتوں کو طول دیا۔ انکے الفاظ کی گہرائی پہ
غاذان نے آئیر واچکایا۔

میں نے تم دونوں کی باتوں سے ایک نتیجہ نکالا
ہے۔۔۔ غاذان اپنی انگلیوں میں دبا سگریٹ
گھماتے ہوئے پر سوچ انداز میں بولا۔
کیسا نتیجہ؟۔۔۔ یزدان اور بالا چیک زبان
ہوئے۔۔۔

یہی کہ محبت کرنے سے بہتر ہے انسان سیکریٹ
پی لے، مان لو کہ سیکریٹ نقصان دہ ہے لیکن تباہ
کرنے میں محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ
سیکریٹ کا دھواں کم از کم جسم میں سانسوں کو
گھٹاتا ہے، لیکن محبت کا درد دل میں جا کر زندگی
کے ہر پہلو کو سیاہ کر دیتا ہے۔ سیکریٹ کم از کم

ایک پوائنٹ پر آ کے ختم ہو جاتا ہے، مگر محبت کی
جلن کبھی ختم نہیں ہوتی۔۔۔ غاذان انہیں
سیکریٹ سے زیادہ محبت کے نقصان گنوا تا دھوئیں
کے مرغولے فضا میں اڑانے لگا۔

چل اسی بات پہ سیکریٹ پلا دے۔۔۔ جیسے لوہا
لوہے کو کاٹتا ہے، شاید سیکریٹ کی دہکتی حرارت

سے محبت کی یہ جلن کچھ مدھم ہو جائے۔۔۔
بالاچ نے اپنا ہاتھ غاذان کی طرف بڑھاتے اس
سے سیکریٹ مانگی۔ بالاچ کے خوبصورت چہرے
کی چمک ماند پڑی ہوئی تھی کیونکہ ادھوری محبت
کی درد پورے وجود میں سرایت کرتی جا رہی

نھی۔ غاذان نے اپنے ہاتھ میں پکڑا سیکریٹ اسکی
طرف بڑھا دیا جو آدھے سے تھوڑا رہ چکا تھا۔
حویلی چلتے ہیں سب انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔
غاذان کے بعد اب بالاچ کو بھی سیکریٹ کے کش
لگاتے دیکھ کر یزدان تاسف سے سر نفی میں ہلا کر
بولتا چار پائی سے اٹھ کر اپنے سر پہ بندھا رومال

درست کرنے لگا، ایسا نہیں تھا کہ وہ سیکریٹ
نہیں پیتا تھا، ہاں کبھی کبھار وہ پی بھی لیتا تھا لیکن
ان کی طرح اسکی زیادتی نہیں کرتا تھا۔ غاذان اور
بالاجی اٹھ کھڑے ہوتے ٹیبل پر پڑا اپنا والٹ اور
موبائل فون وغیرہ پکڑتے حویلی واپس چلنے کی
تیاری کرنے لگے۔

کیا ہوا آج چپ کیوں ہے میرا بچہ؟۔۔۔ بیٹا کو آج
پہلی دفعہ گاڑی میں خاموش بیٹھے دیکھ کر
ڈرائیونگ کرتی یسٹل لغاری نے اسکا پھولا سفید
گال اپنے بائیں ہاتھ سے کھینچتے پیار سے پوچھا۔

میں نے سوچ لیا ہے آپنی۔۔ اب سے میں کم
بولوں گی۔۔۔ بینا نے نروٹھے پن سے منہ
پھولاتے ہوئے یشعل کو جواب دیا۔

اور ایسا کیوں سوچا ہے میری ڈول نے؟۔۔۔
یشعل کو اسکی بات پہ حیرت ہوئی۔ وہ اس سے
تین سال چھوٹی تھی یشعل کو اسکی ہر وقت کی

باتیں ہی تو پسند تھیں ایسے میں بینا میڈیم آج سے
کم بولنے کا اعلان کرتی اسے حیران کر گئی تھی۔
کیونکہ لوگوں سے میرا بولنا برداشت نہیں ہوتا،
سب کو لگتا ہے میں انہیں ڈسٹرب کر رہی
ہوں۔۔۔ بینا اپنی ناک پہ ٹکا چشمہ درست کرتی
خفگی سے بولی۔

اور ایسا کس نے بولا تم سے؟ کس نے ہرٹ کیا
ہے تمہیں بیٹے؟؟۔۔۔ یشعل ایک دم سے
فکر مند ہوتی ونڈ سکرین سے نگاہیں ہٹا کے بیٹا کے
بجھے ہوئے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اسکی
لاڈلی تھی اس سے اسکے چہرے کی ادا سی برداشت
نہیں ہوتی تھی یشعل کو تو اسکا جاب کرنا بھی پسند

نہیں تھا، وہ اسے ہر ٹینشن سے آزاد رکھنا چاہتی
تھی لیکن بیٹا اپنی ضد سے یہ جاب کر رہی تھی۔ وہ
فرسٹ ٹائم سکندر کی مینجر کی ڈیوٹی انجام دیتی تھی
اور سیکنڈ ٹائم یونیورسٹی جاتی تھی۔ وہ میڈیا کی فیلڈ
سے متعلق پڑھائی کر رہی تھی۔

نہیں کسی نے ہرٹ نہیں کیا آپ۔۔ میں ٹھیک
ہوں، بس ایسے ہی آپ کو تنگ کر رہی تھی لیکن
آپ تو تنگ ہونے کی بجائے پریشان ہو گئی ہیں۔۔
آپ کو لگتا ہے مجھ جیسی کیوٹ لڑکی کو کوئی ہرٹ
کر سکتا ہے؟۔۔ یسٹل کو فکر مند ہوتے دیکھ کر
بہنا ایک دم سے چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ

سجاتی اسے ٹینشن فری کرنے لگی۔۔ وہ نہیں چاہتی
تھی وہ جاب پہ جا کے بھی اسکے لئے پریشان
رہے۔۔ وہ دونوں بہنیں ایک دوسرے کے لئے
سب کچھ تھیں، ایک دوسرے کو اداس نہیں دیکھ
سکتی تھیں۔

ڈرا دیتی ہو جینے۔ مجھے لگا پتا نہیں یا ہو گیا۔۔۔
یشعل اسکے سر پہ ہو لے سے چیت لگا کے تاسف
سے بولتی گاڑی کی رفتار بڑھا گئی۔

پینا نہیں آئی ابھی تک؟۔۔۔ سین مکمل کرتے
ہی سکندر پانی کی بوتل اٹھا کے عنابی لبوں سے لگاتا

مصرف انداز میں ڈائریکٹر سے پوچھنے لگا، وہ صبح
سے تقریباً پانچ سے چھ دفعہ بینا کا پوچھ چکا تھا۔
نہیں۔۔۔ ڈائریکٹر نے سکریں پہ نظریں جمائے
سین کو دوبارہ سے دیکھتے مصرف انداز میں
جواب دیا۔ سکندر نے گہری سانس بھرتے اپنے
چاکلیٹ براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

(یہاں میں بہت سے لوگوں کو برداشت نہیں ہو
رہی۔۔ لگتا ہے اب کوئی اور جاب ڈھونڈ لینی
چاہئیے۔۔) بینا کے الفاظ جیسے ہی سکندر کے
کانوں میں گونجے، اس نے پہلو بدلتے ہوئے بے
چینی سے اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیرا۔۔

او کے سکندر نیکیسٹ سین کے لئے آ جاؤ۔
ڈائریکٹر بدر نے پچھلا سین ڈن کرتے سکندر کو
اپنی طرف متوجہ کیا۔

مجھے کچھ دیر کے لئے بریک چاہیئے۔۔ جیسے ہی بیٹا
آئے گی اسے کافی دے کر روم میں بھیج دیجئے

گا۔۔۔ سکندر سنجیدگی سے اپنی بات کہتا مخالف

سمت کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

او کے تم ریٹ کرو جیسے ہی وہ آئے گی میں

تمہارے لئے کافی بچھوادوں گا۔۔۔ ڈائریکٹر بدر

نرمی سے جواب دیتے اب صنم کی طرف بڑھ

رہے تھے تھی اسکا سین ڈن کروا سکیں۔۔

مس یشعل مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔
یشعل کو اپنے کیبن کی طرف بڑھتے دیکھ کر
شاؤل شاہ اسکے ہمقدم ہوتا نرمی سے بولا۔ وہ کافی
دنوں سے اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن وہ

اسے اگنور کر رہی تھی۔ وجہ بزنس پارٹی میں
شاؤل شاہ کا فضول میں ایگریشن دیکھنا تھا۔
مس یشعل میں آپ سے مخاطب ہوں۔۔۔
یشعل کو جو ابا خاموشی سے فائلز کھول کر تیزی
سے قدم اٹھاتے دیکھ کے شاؤل نے اپنا جملہ
دہرایا۔ اسے اسکی خاموشی چھب رہی تھی، پہلے

وہ دونوں کم از کم ہر روز اچھے سے بات تو کرتے
تھے۔

جی کہتے۔۔۔ سیاہ لیڈریز پینٹ کوٹ میں ملبوس
یشعل لغاری اپنے بالوں کو کان کے پیچھے کرتی
شاذل کی طرف مڑ کے اسے سوالیہ انداز میں
دیکھنے لگی۔

آئی ایم سوری فار دیٹ ڈے۔۔۔ میں تھوڑا روڈ
ہو گیا تھا۔۔۔ شاذل اپنے سنہرے بالوں میں
انگلیاں پھیرتا اسکے خوبصورت چہرے کی طرف
دیکھتے مدھم لہجے میں بولا۔

آپ تھوڑا نہیں بہت زیادہ روڈ ہوئے تھے مسٹر
شاہ!! آپ کا وہ رویہ بہت عجیب تھا، میں اس

کرنے کے لئے بہتر ہے۔ میں آپ کو ریزن
ضرورتوں کا لیکن آج نہیں۔۔ شاذل شاہ نچلا
لب دانتوں تلے دبائے بات گول کرنے لگا۔
کیا ریزن اتنا بڑا ہے جو دو منٹ میں ڈسکس نہیں
ہو سکتا؟۔۔۔ یسٹل لغاری متجسس ہوئی۔

ہم یہی سمجھ لیں! مجھے صرف آپ سے اپنے
روپے کے لئے سوری کرنا تھا۔۔ شاذل شاہ
اپنے دھڑکتے دل کی پکار نظر انداز کرتا اپنے
جذبات کو اندر ہی دباتے خوبصورت سی
مسکراہٹ اسکی طرف اچھالتا نرمی سے بولا۔

اسکے مسکرا نے سے اسکے دائیں گال کاڈمپل

نمایاں ہوا تھا۔

اٹس اوکے۔۔۔ یشتل بھی اتنی سی بات کو بڑا مدعا

بنانے کی بجائے یہی پہ ختم کرتی صاف گوئی سے

مسکرا کے بولی۔

تھینک گاڈ ایک ہفتے کے بعد مجھے معافی مل گئی ہے
ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا آپ پوری زندگی مجھ سے
خفا رہے گی۔۔۔ اسے مسکراتے دیکھ کر شاہد شاہ
کے دل پہ ٹھنڈی پھوار پڑی تھی، وہ شوخ لہجے
میں بولا۔۔۔ یسٹل ہنس دی۔

آپ نے میری بے معنی حنفی کو ضرورت سے
سیرس لے لیا تھا شاذل۔۔۔ یسٹل ہستے ہوئے
بولی۔

نہیں تو یہ میرے لئے بے معنی نہیں تھی۔۔۔ آپ
مجھ سے خفا ہو سکتی ہیں مس یسٹل، وہ الگ بات
ہے مجھے منانا نہیں آتا لیکن ہاں میں ایک اچھا

کو لیگ ہونے کے ناطے کو شش کر سکتا
ہوں۔۔۔ شاذل ہلکے پھلکے انداز میں بولتا اپنی بلیو
جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈال گیا۔ وہ سر سے لے
کر پیر تک چاہے جانے کے قابل ایک بھرپور
جوان مرد تھا۔ اسکا ایک ایک نقش خوبصورت تھا
لیکن اسکے نزدیک کھڑی لڑکی کا دل شاید اسکے

لئے بھی بھی نہیں دھڑکا تھا۔ اسکے لہجے میں خود
کے لئے عقیدت، یثعل کو اٹریکٹ کی تھی۔ کبھی
کبھار اسکی باتیں سیدھا دل کو لگتی تھیں لیکن وہ
ان باتوں کو لے کر زیادہ سوچتی نہیں تھی۔
تھینک یو مسٹر شاہ۔۔ یثعل نے اسکی طرف
خوبصورت سی مسکراہٹ اچھالتے شکر یہ ادا کیا۔

بینا کے علاوہ یہ واحد انسان تھا جو اسے اپنے الفاظ
سے معتبر محسوس کرواتا تھا۔ آج سو موار تھی اور
وہ غاذان کا انتظار کر رہی تھی جو ابھی تک آفس
نہیں آیا تھا۔

آہہ۔۔۔۔ سکندر جو بیڈ پہ بیٹھا بے دلی سے
موبائل میں مصروف تھا، بینا کی افیت ناک بلند
چیخ سنتے تیزی سے فون بیڈ پہ پھینکتا باہر کی طرف
بھاگا۔ اسکا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔ روم
سے باہر نکلتے ہی نظر سامنے کی طرف اٹھی جہاں
ہر کوئی بینا کے ارد گرد کھڑا تھا۔ سکندر بلوچ لمبے

لمبے ڈگ بڑھتا ان کے سر پہ پہنچا۔ بیٹا کو بچوں کی
طرح روتے دیکھ کر اسکے دل کو کچھ ہوا تھا، بیٹا
کے ہاتھ بری طرح سے کانپ رہے تھے، اسکے
پیروں کے پاس کافی کاٹو ٹاکپ گرا ہوا تھا۔ جبکہ
نعمان (کیمرہ مین) مسلسل اس سے معافی مانگتا
پریشانی سے اس ساری صورت حال کو دیکھ رہا تھا۔

یہ سب کیسے ہوا ہے؟۔۔۔ سکندر پریشانی سے بینا
کے جلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر استفسار کرتا
اسکے قریب ہوا۔ بینا نے ہچکیوں سے روتے
ہوئے لب مڑور کے اسکی طرف دیکھا۔
نعمان کیمرے کا اینگل سیٹ کرنے کے لئے پیچھے
ہو رہا تھا، اسی دوران کچن سے نکلتی بینا اس سے

ٹکرا گئی اور کافی کا کپ اسکے ہاتھ سے چھلک گیا۔
اسکے ہاتھ بہت ریڈ ہو رہا ہے سکندر۔۔۔ ڈائریکٹر
بدر نے اسے پریشانی سے ساری صورت حال سے
آگاہ کیا۔۔۔ وہ بینا کو اپنے بازو سے سہارا دینے
والے تھے جب سکندر نے تیزی سے بینا کا بازو

اپنے ہاتھ میں نرمی سے دبوچتے اسے اپنی طرف
کھینچا۔

اندھے ہو تم؟؟؟ آنکھیں کرا ئے پہ دی ہوئی ہیں؟
دماغ کہاں ہوتا ہے؟؟۔۔۔ سکندر بلوچ اپنی
پوری قوت سے دھاڑتا ہوا غصے سے نعمان کی
طرف دیکھنے لگا۔ سکندر کی بلند دھاڑ پہ سب دہلے

تھے۔ وہ غصے کا کافی تیز تھا، یہ ان سب نے سن
رکھا تھا لیکن بیٹا کے علاوہ باقی سب آج دیکھ رہے
تھے۔۔۔ بیٹا اس کے ساتھ دو سالوں سے کام کر رہی
تھی لیکن باقی سب کے ساتھ یہ اس کا پہلا
پروجیکٹ تھا، اسی لئے اسے چلاتے دیکھ کر سب
کو سانپ سو نگھ گیا تھا۔

س۔ سو۔ سوری۔ سر۔ نعمان شرمندگی
سے نگاہیں جھکائے معذرت خواہ لہجے میں گویا
ہوا۔

جسٹ شٹ پور ماؤتھ بلڈی مین۔ تمہارے
سوری سے اسکا ہاتھ ٹھیک نہیں ہوگا۔ سکندر
اپنی بھاری آواز میں لہورنگ ہوتی آنکھوں سے

غرایا۔ سکندر کو خود کے لئے لڑتے دیکھ کر بینار ونا
بھول کے حیرانی سے اپنی گولڈن آنکھیں پھیلا
کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ باقی سب کی بھی
حیرت کی انتہاء نہیں تھی، ہر وقت بے تاثر انداز
اپنانے والا سکندر بلوچ اس وقت اپنی ایک معمولی
سی مینجر کے لئے فکر دیکھاتا کافی مختلف لگ رہا تھا۔

میں نہیں جانتا۔۔۔ نعمان پریشانی سے ابھی کوئی

صفائی دیتا جب بیٹا اسکی بات کاٹ گئی۔

اٹس اوکے نعمان بھائی آپ پریشان مت

ہوں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔ بیٹا اپنے آنسو صاف

کرتی اپنی تکلیف پہ ضبط کرتے ہوئے معصومیت

سے بولی۔

بینا تم یہاں بیٹھو اور نعمان تم جاؤ فرسٹ ایڈ باکس
لے کر آؤ۔ ہمیں جلدی سے اسے ٹریٹ کرنا
چاہیے ورنہ زخم پہ جراثیم لگ جائیں گے۔۔
ڈائریکٹر بدر نے بینا کا سرخ لال ہوتا ہوا تھو دیکھتے
ان سب کو ہوش دلائی۔۔ سکندر کی آگ اگلتی

نگاہوں سے بچتا نعمان جلدی سے فرسٹ ایڈ
باکس لینے کے لئے بھاگا۔

آپ سب اپنا کام کریں۔۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔۔
سب کو ابھی تک پینا کے گرد دائرہ بنائے دیکھ کر
سکندر سنجیدگی سے حکمیہ انداز میں بولا۔ صنم اس
منظر کو دیکھ کر دل میں جل بھن رہی تھی۔ وہ

ہو نہہ کرتی ہوئی پھر سے اپنے کام میں مصروف
ہو گئی جبکہ باقی سب پیاری سی بیٹا کو "گیٹ ویل
سون" بول کے ریلکس کرواتے یہاں وہاں
مصروف ہو گئے لیکن دھیان انہیں دونوں کی
طرف تھا۔

تمہارا ادھیان کہاں تھا؟ یہ اتنا بڑا چشمہ کیوں لگا
رکھا ہے؟۔۔۔ سب کے مصروف ہونے کے
بعد سکندر اسے مدھم آواز میں جھڑکتا بازو سے
کھینچتے ہوئے صوفیہ پہ بیٹھانے لگا۔
میں ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ کو میری فکر کرنے کی
ضرورت نہیں ہے۔۔۔ ضرور آپ نے ہی بددعا

دی ہوگی، بہت ڈسٹرب کرتی ہوں نا میں آپ کو
اپنی باتوں سے۔۔۔ بینا نے مدھم آواز میں آنسو
بہا کر شدید خفگی سے بولتے اس سے اپنا بازو
چھڑوا یا۔ سکندر نے کچھ بولنے کے لئے لب واہی
کئے تھے جب نعمان فرسٹ ایڈ باکس پکڑے
اسے اپنی طرف آتا دیکھائی دیا۔۔

آئیندہ سے یہاں وہاں دیکھ کر دھیان سے
کیمرے کا اینگل لینا ورنہ میں تمہاری ٹانگوں کو
180° کے اینگل پہ اس انداز میں سیٹ کروں گا
کہ تمہاری چپخیں پورا پاکستان سنے گا اور تم آئیندہ
کبھی چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہو گے۔۔۔
سکندر اس سے فرسٹ ایڈ باکس پکڑتا ایک ایک

لفظ پہ غصے سے زور ڈالتا دبی دبی آواز میں غراتے

اسے وارن کرنے لگا۔

سوری سر۔۔۔ نعمان تھوک نگل کے اس سے

معذرت کرتا فوراً سے پہلے اسکی نظروں کے

سامنے سے دور ہوا کجا کہ وہ اسے اپنی سرخ ہوتی

ہیزل گرے آنکھوں سے نگل نہ جائے۔۔

سکندر کی خود کے لئے فکر بیٹنا سے ہضم نہیں ہو
رہی تھی۔

آپ کو نعمان بھائی کو ڈانٹنا نہیں چاہیے تھا، ساری
غلطی ان کی نہیں تھی۔۔۔ بیٹا بیچارگی سے نعمان
کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر سکندر سے
مخاطب ہوئی۔۔

شش!!! ایک آواز نہ آئے تمہاری۔۔۔ سکندر

اسے مصنوعی غصے سے ڈانٹتا فرسٹ ایڈ باکس
کھول کر برن کے لئے آئینمنٹ نکالتا اسکی دائیں
کلائی تھام گیا۔۔ وہ اسکی کلائی تھامے احتیاط سے
اسکے جلے ہوئے ہاتھ پہ آئینمنٹ لگا رہا تھا، صرف
بینا کے لئے ہی نہیں بلکہ باقی سب کے لئے بھی

سکندر کا یہ انداز ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔ وہ
سب تو اسے ایموشن لیس سمجھتے تھے جسے کسی سے
سروکار نہیں ہوتا تھا۔

س۔۔۔ بیٹا کو اسکی اتنی احتیاط پہ اپنی درد غائب
ہوتی محسوس ہو رہی تھی، اس نے جان بوجھ کے
درد بھری سسکی نکالتے اسکار یکشن چیک کرنا

چاہا۔ سکندر اگلے ی پل اسکے ہاتھ سے اپنی انگلی
ہٹا کر فکر مندی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔
کیا ہوا؟ زیادہ زور سے کیا میں نے؟۔۔ سکندر
اسکی معصومیت سے لبریز گولڈن آنکھوں میں
دیکھتا نرمی سے پوچھنے لگا۔

ن۔ نہیں۔۔۔ بیٹا اسکے نرم انداز پہ ہواؤں میں
اڑتی اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے نفی میں سر ہلا گئی،
سکندر پھر سے چہرہ جھکا کر اسکے بائیں ہاتھ پہ بھی
یو نہی انیمینٹ لگانے لگا۔ بیٹا چاہتی تھی، وقت
یہی پہ تھم جائے، وہ ساری زندگی ایسی تکلیفیں
برداشت کر سکتی تھی بشرطیکہ مرہم رکھنے والا

"سکندر بلوچ" ہو۔۔ وہ خوبصورتی کا شاہکار اسکی
فکر دیکھا رہا تھا اور اسکی یہی ادبیتا کو اپنی کل والی
ناراضی بھلا چکی تھی۔ ویسے بھی اس کی ناراضی
کسی سے زیادہ دیر تک ٹمکتی کہاں تھی۔ سکندر
بلوچ کے جسم سے اٹھتی اسکی تیز پر فیوم کی مہک
بینا لغاری کے حواسوں پہ چھا رہی تھی۔ وہ جب

بھی اس کے ارگرد ہوتا تھا کسی آکٹوپس کی طرح
اسے اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا۔

پاؤں سلامت ہیں یا وہ بھی جلا لئے؟۔۔۔ اس کے
دونوں ہاتھوں کو اچھے سے آئینمنٹ لگانے کے
بعد سکندر بلوچ نے اس کے دودھیا سفید پیروں کی
طرف دیکھتے ائیر و آچکا کے سوال کیا۔

س۔ سلامت۔۔ ہیں۔۔۔ بیٹا اسے اپنے پیروں پہ
کبھی نہیں جھکانا چاہتی تھی اسی لئے دائیں پیر کے
انگوٹھے کی تکلیف برداشت کرتی جھوٹ بول گئی
لیکن مقابل سکندر بلوچ تھا۔

دائیاں پیر ٹیبل پہ رکھو۔۔ سکندر بلوچ اسکے
دونوں پیروں کا اپنی شارپ نگاہوں سے جائزہ لیتا

حکمیہ انداز میں بولا۔

ل۔ لیکن۔۔ مجھے۔۔ وہاں۔۔ برن۔۔ نہیں۔۔

آیا۔۔ یہاں وہاں سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کر بیٹا

نے کنفیوز ہوتے سکندر کو جواب دیا جو اسے

آنکھیں دیکھاتا صوفے سے اٹھ کر گھٹنوں کے بل

اسکے پیر کے پاس جھکا۔۔ بیٹا لغاری سانس تک

روک گئی۔ وہ اسکے دائیں پیر کے سرخ انگوٹھے پہ
بے حد نرمی سے آئینمنٹ لگاتا بینا لغاری کا دل
دھڑکار ہا تھا۔ بینا کو لگا اسکا دل ابھی سینے سے باہر
نکل آئے گا۔ اسکے گال نجانے کس احساس سے
دہک کے انار ہوئے تھے۔ سب کی مسکراتی
نظریں اسے بلش کرنے کی مجبور کر رہی تھیں۔

س۔ سکندر۔۔ پلیز۔۔ میرے۔۔ پیروں۔۔
سے۔۔ اٹھ۔۔ جائیں۔۔ سب۔۔ دیکھ۔۔
رہے۔۔ ہیں۔۔۔۔۔ بینا ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں
کنفیوز ہوتے بولی، وہ آج پہلی دفعہ سکندر کے
سامنے اتنا کنفیوز ہو رہی تھی۔ سکندر اپنا کام کر چکا
تھا اسی لئے اسکے پیروں سے اٹھ کھڑا ہوتا سینٹرل

نیکیل پہ پڑے لٹو باکس سے دو سے تین لٹو نکال
کے اپنے ہاتھ پونچھتا یہاں وہاں دیکھنے لگا۔ اس
نے سب کو اچھی خاصی گھوری سے نوازا تھا جن
کی مسکراہٹیں نہیں بند رہی تھیں۔۔۔ سکندر کی
ایک ہی گھوری پہ سب شپٹا کر پھر سے اپنے کام
میں مصروف ہو گئے جبکہ صنم کا بس نہیں تھا کچن

سے چائے کا گرم گرم پتیلا لا کر پورا پورا اس
ڈرامے باز لڑکی پہ انڈھیل دے۔۔
گالوں پہ بھی کافی گرا لی تھی؟۔۔ اسکے گلابیاں
بکھیرتے گال دیکھ کر سکندر بلوچ گھمبیر آواز میں
استفسار کرتا جھک کے فرسٹ ایڈ باکس بند کرنے
لگا۔

ن۔ نہیں۔۔۔ ت۔ تو۔۔۔ کیوں۔۔۔ بیٹا اسکے
سوال پہ کنفیوز سی ہوتی زور زور سے نفی میں سر
ہلانے لگی۔

لگ تو ایسے ہی رہا ہے کیونکہ وہ تمہارے جلے
ہوئے ہاتھوں سے زیادہ سرخ ہو رہے ہیں۔۔
زیادہ مت سوچو۔۔۔ میری کافی کی وجہ سے

تمہارے ہاتھ جلے تھے اگر تمہاری جگہ کوئی بھی
ہوتا تو مجھے اسکے لئے بھی برا فیمل ہوتا اور میں یو نہی
کرتا۔۔۔ سکندر بلوچ چہرے کے تاثرات سپاٹ
کرتا اسے بے تاثر انداز میں تفصیلی وضاحت دیتا
اسکی طرف دیکھے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ
گیا۔ بینا جو سرخ پڑ رہی تھی اسکے آخری جملے پہ

اسکا چہرہ بجھاتا تھا۔ وہ اسکی چوڑی پشت گھور کے رہ
گئی، یہ انسان کبھی اسے ٹھیک سے خوش نہیں
ہونے دیتا تھا۔

(سات ماہ بعد)